تصورِ ترقی پر چند اعتراضات

تمام مسلمان طبقوں میں یہ قول رائج ہے کہ ان کے معاشرے ترقی سے محروم ہیں، یا پھر ویسے ترقی کر نہیں رہے جیسے ان کو کرنی چاہیے۔ ساتھ میں یہ بھی سننے کو ملتا ہے کہ مسلمان قوم متعدد شعبوں میں مغربی دنیا سے پیچھے ہیں۔ گو کہ مختلف لوگ ترقی کی مختلف تعریفیں بیان کریں گے مگر ہم اسی پر اکتفا کر لیتے ہیں کہ ترقی سے مراد دورِ جدید کی صنعتی سرمایہ دارانا ترقی ہے۔ اس ترقی کے ساتھ جمہوری نظام اور جدیدیت کے باقی لوازم بھی متصف ہیں، جیسے کہ اسکول، یونیورسٹی، اور بیوروکریسی وغیرہ۔ چونکہ جدید دور میں ملکوں کی طاقت ان کے مالی وسائل سے وابستہ ہے اس لئے آج کے بیشتر مسلمان بھی اسی قسم کی ترقی کے خواہشمند ہیں اور اسے اپنی پریشانیوں کا حل گمان کرتے ہیں۔ ان اصحاب کے نزدیک جدیدیت کے ثمر جمع کر کے مسلمان بھی دنیا کی "با وقار" قوموں میں شمار ہو سکتے ہیں۔ اس حصولِ ترقی کو عام طور پر ایک اخلاقی زاویے سے بھی دیکھا جاتا ہے جس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ مسلمان معاشروں کی عدم ترقی ان کے مبینہ اخلاقی زوال کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ یہ سوچ دو دھاروں میں منقسم ہے، ایک دعویٰ کرتا ہے کہ عدمِ ترقی کا سبب مسلمانوں کا ایک سیکولر طرزِ حیات کو نہ اپنانے کا باعث ہے، جبکہ دوسرا اس بات کا قائل ہے کہ یہ سب کسی خاص اصلاح پسندانہ طرزِ مذہب پر نہ عمل کرنے کا نتیجہ ہے۔ بحرحال جونسا بھی دھارا ہو ہم چند عمومی اعتراضات سامنے رکھنا چاہتے ہیں جو جدید مسلمان ذہن کے خمارِ ترقی پر ضرب لگاتے ہیں۔ ان کا ہم اب ایک ایک کر کے تذکرہ کرتے ہیں۔

1. جن "ترقی یافتہ" قوموں کی تقلید میں یہ سب نعرے لگائے جاتے ہیں، ان کی اصلیت ان کی ظاہری چمک دمک کے بالکل بر عکس ہے۔ مغرب کی جدید صنعتی انقلاب کو اس کی استعماری سرگرمی، خاص طور پر دیگر قوموں کی لوٹ مار اور نسل کشی سے قطعاً علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ آج بھی نئ صورتوں میں جاری ہے، معاشیاتی ادارے، سینکشنز، اخلاقی کنٹرول وغیرہ ،جو کہ نو استعماری حربوں میں شمار ہوتے ہیں۔

2. تمام مسلم ممالک بالکل ایک جیسے نہیں ہیں۔ ان میں سے چند ایسے بھی ہیں جن کو ترقی یافتہ کہا جا سکتا ہے، مثال کی طور پر سعودیہ، ترکی، ملائشیا وغیرہ۔ ان ممالک میں بھی یہی نعرہ سننے کو ملتا ہے کہ ابھی مزید ترقی درکار ہے ہمیں، اتنی جتنی مغربی ممالک کے پاس ہے۔ یہی معاملہ بہت سے مغربی ممالک کا بھی ہے، کہ ان کے بعض باشندے کسی نا کسی اور ملک کی ترقی کے خواہشمند ہیں۔ اس مشاہدے سے سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخر کتنی ترقی کسی ایک معاشرے کے لیے اطمینان بخش ہو گی؟

3. اگر ہم بالا مذکورہ مسلمان ممالک کا جائزہ لیں، جو کہ زیادہ پست مسلم علاقوں کے لیئے قابلِ رشک ہیں، تو کیا ان ممالک کے رہائشیوں نے اپنی الجھنوں سے نجات پا لی ہے؟ کیا ان کی ترقی کے سبب الحاد، شک اور مادہ پرستی سب زائل ہو چکے ہیں؟ بظاہر تو ایسا نہیں معلوم ہوتا۔

4. مسلم دنیا میں اس جدید صنعتی ترقی کے عمل کے نتیجے میں پیدا ہونے والا طبقہ، جو دن رات اپنی عظمت کے گن گاتا رہتا ہے، کیا اس کا رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا، اپنے روایتی اور دیہاتی ساتھی کے استحصال پر موقوف نہیں؟ اپنی جدیدیت کی حوس میں کیا وہ بھی اپنے دیہاتی ساتھی سے وہی تکبرانہ سفید فام سلوک نہیں برت رہا؟

5. جس ترقی کو مسلمان اپنی کائنات کا محور سمجھ بیٹھے ہیں، اس کا یورپ میں ظہور تو خالصتاً سیکولرائزیشن کا نتیجہ ہے۔ یعنی کہ اس ترقی کے جو اہم ترین ستون ہیں، جیسے کہ جمہوریت، سائنسی انقلاب، اور سرمایہ درانہ نظام، یہ سب مذہب اور مذہبی سوچ سے بغاوت کا نتیجہ ہے۔ جب درخت ایسا ہے تو کیا اس کے پھل کے پیچھے دیوانوں کی طرح بھاگنا کسی مسلمان کو زیب دیتا ہے؟

6. جو مذہبی حضرات مغربی طرز کی ترقی کو اسلام سے ثابت کرنے کے لیے کوشاں ہیں، ان سے یہ پوچھنا چاہیے کہ کیا آخر دینِ اسلام کا بھی تصورِ ترقی عین یہی ہے؟ اسلام جو کہ انسان کو اس کا ،مقصدِ حیات عطا کرتا ہے، اور اس کو دنیا و آخرت کی حقیقت کے متعلق متنبہ کرتا ہے، کیا اس کی غرض محض جدیدیت کا حصول ہے؟ کیا مسلمان کی اولین ترجیح اسلام کے مابعدالطبیاتی عقائد کو دل میں رسخ کرنا اور ان پر عمل پیرا ہونا نہیں ہے؟

یہ چند نکات تھے جن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں یہ لگتا ہے کہ حصولِ ترقی کا بھوت جو کہ مسلمانوں کے نوجوانوں اور بزرگوں میں شدت سے پایا جاتا ہے، قابلِ ترک ہے۔ مادہ پرستی کی یہ Islamised صورت حقیقتاً ایک سیکولر نقطہ نظر کے زیادہ مشابہ ہے۔